حدیث کا درایتی معیار

(داخلی فہم حدیث)

(۵)

مولانا محمد تقی امینی صاحب ناظم دینیات علی گڑھ مسلم یونیورسٹی
سلسلہ کے لئے ملاحظہ فرمائیے برہان اکتوبر ۷۵ء

بطورِ خلاصہ انسانی وجود کے دو پہلو ان قوتوں میں نوماتی بنیاد تسلیم کر لینے کے بعد بطور خلاصہ انسانی وجود کے دو پہلو نمایاں ہوئے۔

(۱) خاکی وجود اور

(۲) نوری وجود

"خاکی" کی بہترین ترجمانی فرشتوں نے ان الفاظ میں کی ہے:

أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ[1] کیا آپ اس کو خلیفہ بنائیں گے جو زمین میں فساد اور خونریزی کرے گا۔

"نوری" کی بہترین ترجمانی اس جواب میں ہے:

قَالَ إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ[2] اللہ نے فرمایا میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے

---

[1] البقرہ ع ۴

عنصر کے امتزاج سے جوہر انسانیت کا وجود

"خاکی وجود" نہایت مکدر و کثیف ہے جبکہ نوری وجود نہایت مقدس و منور ہے۔ خلافت و نیابت کی صلاحیت نہ تنہا اس میں ہے اور نہ اُس میں بلکہ لیکن جس طرح نظریۂ اضداد کے تحت دو متضاد وصف کے ملنے سے ایک تیسرا وصف وجود میں آتا ہے جو خواص و اثرات میں دونوں سے مختلف ہوتا ہے اسی طرح خاکی اور نوری کے ملنے سے جوہر انسانیت وجود میں آیا جو خالص نوری و خاکی وصف سے مختلف ہے۔ دراصل اسی "جوہر" میں نیابت و خلافت کی اہلیت ودیعت ہے جس کے باعث انسان مسجودِ ملائک بنا اور دوسری تمام سرفرازیوں سے اس کو نوازا گیا۔

ہمہ جہتی ترقی کے لئے مستقل پروگرام کی تجویز

لیکن اس "جوہر" میں دونوں کے امتزاج کے باوجود "خاکی" کے اثرات زیادہ نمایاں اور سہل الحصول ہیں کیونکہ وہ اجزائے ترکیبی کے خواص سے ابھرنے والے اور بقائے حیات کے لئے ہمہ وقت ان کو غذا و قوت پہونچانا ناگزیر ہے۔ "نوری" کے اثرات نہ اس قدر نمایاں اور سہل الحصول ہیں اور نہ بقائے حیات کے لئے ہر وقت ان کو غذا و قوت پہونچانے کے لئے مجبوری ہے کیونکہ نوری وجود محض قدرتی عطیہ ہے جس کی نزاکت و باریکی کو سمجھنا اس سے نکلنے والے تاروں کے زیر و بم سے واقفیت حاصل کرنا اور پھر اس کے مناسب غذا و قوت کا انتظام کرنا حد درجہ مشکل ہے۔ یہ انتظام نہ ہو تو جوہر انسانیت کی ہمہ جہتی ترقی نہ ہوگی اور پھر زندگی کی طلب و رسد میں توازن نہ برقرار رہ سکے گا۔ اس کے لئے اختیاری اور عملی پروگرام نہ ہو تو "خاکی" کے اثرات سے نوری کا خاکی رنگ اختیار کر لینا یقینی ہے۔ پروگرام کی تجویز انسان کے سپرد ہو تو اس کی عدم واقفیت ہر موڑ پر سنگ گراں بن کر حائل ہوگی اور مستقل لائحہ عمل نہ ترتیب پا سکے گا۔ غرض ان وجوہات کی بنا پر قدرت نے اپنے عطیہ کے مناسب پروگرام کی تجویز اپنے ذمہ لی۔ اور بقائے انسانیت کے لئے جوہر انسانیت کی کارکردگی کو پامال ہونے سے محفوظ رکھا جیسا کہ حسب ذیل تفصیل سے ظاہر ہے۔

عقاید

عقیدہ و ایمان

عقاید، عقیدہ کی جمع ہے اس سے فکر و عمل کی وہ پختہ بنیاد مراد ہے جس پر

زندگی کی پوری عمارت تعمیر ہوتی ہے۔ قرآن حکیم نے اس بنیاد کی تعمیر "ایمان" کے ساتھ کی ہے جس کی اصل مضبوطی، طمانیت اور بے خوفی ہے۔

الایمان الثقة[1]	ایمان مضبوطی ہے۔
اصل الایمان طمانینة النفس وزوال الخوف[2]	ایمان کی اصل نفس کا اطمینان اور خوف کا زوال ہے۔

قرآن حکیم میں ایمان سے مراد تصدیق ہے۔

وما انت بمؤمن لنا[3] ای بمصدق[4]	اور آپ ہمارے تصدیق کرنے والے نہیں ہیں
ولما یدخل الایمان فی قلوبکم[5] ای لم تصدقوا[6]	اور ایمان ابھی تمہارے دلوں میں نہیں داخل ہوا یعنی تم نے تصدیق نہیں کی۔

"تصدیق" ایک ذہنی فیصلہ (الحکم الذھنی[7]) ہے جو پوری قوت کے ساتھ ذہن میں راسخ ہو اور فکر و عمل کی ساری قوتیں اسی کے زیر اثر رہ کر کام کریں۔ اس قسم کے فیصلہ میں مضبوطی، طمانینت اور بے خوفی تینوں پائی جاتی ہیں۔

ایمان کے لئے منتخبات | اصول موضوعہ کے طور پر ایمان کے لئے جن کو منتخب کیا گیا یہ ہیں:

(۱) ایمان باللہ

(۲) ایمان بالملئکة

---

[1] ابوالبقاء الحسینی۔ کلیات ابی البقاء فصل الالف والیاء

[2] راغب اصفہانی۔ المفردات فی غریب القرآن [3] یوسف ۱۷

[4] ابن منظور۔ لسان العرب الجزء الخامس عشر [5] الحجرات ع ۲

[6] لسان العرب [7] کلیات ابی البقاء

(۳) ایمان بالکتب

(۴) ایمان بالرسل

(۵) ایمان بالیوم الآخر

ثبوت میں یہ آیتیں ہیں :

ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملئکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون[۱]

بیشک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر مضبوطی کے ساتھ جمے رہے ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ تم مت خوف کرو نہ غم کھاؤ اور خوشخبری سنو بہشت کی جس کا تم سے وعدہ ہے۔

ومن یکفر باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الاخر فقد ضل ضللاً بعیداً[۲]

جس شخص نے اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور آخرت کے دن کا انکار کیا (ان پر ایمان نہ لایا) تو وہ .... سخت گمراہی میں مبتلا ہوا۔

والمؤمنون یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک[۳]

مومن ایمان لاتے ہیں اس کتاب پر جو آپ پر نازل ہوئی اور ان کتابوں پر جو آپ سے پہلے نازل ہوئیں۔

انما المومنون الذین آمنوا باللہ ورسولہ[۴]

یقیناً مومن وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے

من آمن باللہ والیوم الاخر وعمل صالحاً

جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لائے اور

۱؎ حم السجدہ ع ۴ ۲؎ النساء ع ۲۰

۳؎ النساء ع ۲۲ ۴؎ النور ع ۹

فلهم اجرهم عند ربهم[1] عمل صالح کرے تو ان کے لئے ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں مذکورہ ایمانیات کا ذکر اس طرح ہے:

ان تؤمن باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الاخر وتؤمن بالقدر خیرہ وشرہ[2] — اللہ اس کے فرشتوں، کتابوں، رسولوں اور آخرت کے دن پر ایمان لائے اور تقدیر کی خیر و شر پر ایمان لائے۔

ایمان بالقدر کا ذکر قرآن حکیم میں صراحۃً نہیں ہے کیونکہ یہ ایمان باللہ ہی کا جزء ہے لیکن "قدر" کا ذکر بار بار جس انداز سے کیا گیا ہے، اس کی معنوی دلالت سے رسول اللہ نے اس کو "ایمانیات" میں شامل کیا ہے اس طرح ایمانیات کی کل تعداد چھ ہو جاتی ہے۔

ایمان باللہ اصل ہے ایمان باللہ اصل ہے باقی ان سے متعلق ہیں یہ سب مل کر ناقابل تجزیہ کل بناتے ہیں ان میں کسی ایک کو دوسرے سے جدا نہیں کیا جاسکتا اور کسی ایک کا انکار کل کے انکار کے مرادف ہے۔ جیسا کہ آگے تفصیل سے واضح ہوگا۔

ایمان باللہ کے ذریعہ جوہر انسانیت کا رشتہ سرچشمۂ نور (اللہ) سے جوڑا جاتا جس کے بعد ہر قوت سے خود بخود رشتہ قائم ہو جاتا اور ہر قوت بقدر ظرف کسب نور کرتی رہتی ہے، اس طرح شعور و تحت الشعور کے ہر گوشہ میں اس کی نمود ہوتی اور ہر خیال و رجحان، جذبہ و خواہش نیز تصرف میں اس کی کارفرمائی ہوتی ہے اسی بناء پر قرآن وحدیث میں اس کے درج ذیل اثرات بیان کئے گئے ہیں مثلاً

اس کے ذریعہ نورانی بنیاد کو غذا و قوت پہونچتی ہے اس رشتہ کی یاد تازہ رکھنے سے سکون و اطمینان حاصل ہوتا اور لذت و سرور کی کیفیت محسوس ہوتی ہے کہ نورانی بنیاد اور نورانی وجو

---

[1] البقرہ ع ۸
[2] بخاری ومسلم ومشکوٰۃ کتاب الایمان

کو اس سے غذا و قوت پہونچتی ہے۔ قرآن حکیم میں ہے:

الا بذکر اللہ تطمئن القلوب[1] — غور سے سن لو اللہ ہی کی یاد سے دلوں کو اطمینان ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معنویت حاصل کرکے فرمایا:

ذاق طعم الایمان من رضی باللہ ربًا وبالاسلام دینًا وبمحمد نبیًا[2] — اس شخص نے ایمان کا مزہ چکھا جو اللہ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے اور محمدؐ کے نبی ہونے پر راضی ہوا۔

ثلث من کن فیہ وجد بھن حلاوۃ الایمان من کان اللہ ورسولہ احب الیہ مما سواھما ومن احب عبدًا لا یحبہ الا للہ ومن یکرہ ان یعود فی الکفر بعد ان انقذہ اللہ منہ کما یکرہ ان یلقی فی النار[3] — تین چیزیں جس میں ہوں ان کی وجہ سے اس کو ایمان کی حلاوت (مٹھاس) نصیب ہوگی۔ (۱) جس کو اللہ ورسولؐ ماسوا سے زیادہ محبوب ہوں (۲) جو اللہ کے بندوں سے محبت محض اللہ کے لئے کرتا ہے (۳) جس کو کفر کی طرف لوٹنا ایسا ہی ناگوار ہو جیسا کہ آگ میں ڈالا جانا ناگوار ہوتا ہے۔

ایک شخص نے رسول اللہ سے سوال کیا:

ما الایمان — ایمان کیا ہے

آپ نے جواب میں فرمایا:

اذا سرتک حسنتک وساءتک — جب تجھکو نیکی سے مسرت اور برائی سے اذیت

---

[1] الرعد ع ۴
[2] مسلم ومشکوۃ کتاب الایمان
[3] بخاری ومسلم ومشکوۃ کتاب الایمان

محسوس ہو تو تو مومن ہے۔ صفت ثانیت مومن [1]

تحت الشعور کے جذبۂ محبت سے ربط قائم ہوتا ہے | یہ رشتہ نہایت پُرکیف و پُرکشش ہوتا ہے کہ نورِ اعظم (اللہ) سے محبت کا جذبہ نورانی بنیاد کی وجہ سے تحت الشعور میں پہلے سے موجود ہے

والذین آمنوا اشد حبا للہ [2] اور ایمان والوں کو اللہ کی محبت زیادہ ہوتی ہے۔

یا ایھا الذین آمنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونہ [3] اے ایمان والو جو تم میں اپنے دین سے پھر جائے گا تو اللہ ایسی قوم لائے گا جن سے وہ محبت کرے گا وہ اللہ سے محبت کرے گی۔

محبت کے چند اثرات | اس محبت میں کوئی مادی غرض و جلبی خواہش نہیں ہوتی اس لئے اثرات دنیوی محبت سے مختلف اور عجیب و غریب قسم کے ظاہر ہوتے ہیں مثلاً اللہ کی محبت کا اثر رسول اللہ نے اس طرح فرمایا:

ان اللہ اذا احب عبداً دعا جبرئیل فقال انی احب فلانا فاحبہ قال فیحبہ جبرئیل ثم ینادی فی السماء فیقول ان اللہ یحب فلانا فاحبوہ فیحبہ اہل السماء ثم یوضع لہ القبول فی الارض [4] اللہ جب بندہ سے محبت کرتا ہے تو جبریلؑ کو بلاکر کہتا ہے کہ میں فلاں بندہ سے محبت کرتا ہوں تم بھی اس سے محبت کرو جبریلؑ اس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر آسمان میں اس کا اعلان کیا جاتا ہے جس سے اہل آسمان اس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر اہل زمین میں اس کو قبولیت حاصل ہوتی ہے۔

اللہ سے بندوں کی محبت کے یہ اثرات بیان کئے گئے ہیں:

---

[1] احمد و مشکوٰۃ کتاب الایمان
[2] البقرہ ع ۲۰
[3] المائدہ ع ۸
[4] مسلم و مشکوٰۃ باب الحب فی اللہ و من اللہ

ویطعمون الطعام علیٰ حبہ مسکینا ویتیما و اسیرًا [1] — اللہ کی محبت پر وہ مسکین یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔

واٰتی المال علیٰ حبہ ذوی القربیٰ والیتمیٰ والمساکین وابن السبیل والسائلین وفی الرقاب [2] — اللہ کی محبت پر رشتہ داروں یتیموں مسکینوں مسافروں اور (ضرورتمند) سوال کرنے والوں اور گردن چھڑانے میں مال دے۔

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا آپ کے اصحاب وضو کے پانی کو اپنے جسم پر ملنے لگے۔ آپ نے ان سے سوال کیا:

ما یحملکم علیٰ ھذا — کیا چیز تمھیں اس پر آمادہ کررہی ہے۔

انھوں نے جواب دیا:

حب اللہ ورسولہ — اللہ اور اس کے رسول کی محبت۔

آپ نے فرمایا:

من سرہ ان یحب اللہ ورسولہ او یحبہ اللہ ورسولہ فلیصدق حدیثہ اذا حدث ولیؤدّ امانتہ اذا ائتمن ولیحسن جوار من جاورہ [3] — جو شخص اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرنا چاہے یا یہ فرمایا کہ جو شخص چاہے کہ اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرے تو جب بات کرے تو سچ بولے، امین بنایا جائے تو امانت ادا کرے جو اس کا پڑوسی (جس حیثیت سے بھی) ہو اس کے ساتھ حسن سلوک کرے۔

---

[1] الدہر ع ۱

[2] البقرہ ع ۲۲

[3] مشکوٰۃ باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق الفصل الثالث

محبوبیت کا یہ رشتہ زندگی کی گرہیں کھولتا نفسیاتی الجھنیں دور کرتا اور ابتلاء و آزمائش کے تاریخی واقعات کی توجیہ کرتا ہے جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے بخلاف اس کے تحت الشعور کی تمام تر نوعیت و کیفیت میں جنسی خواہش یا غلبہ و اقتدار کا جذبہ تسلیم کرنے کے بعد بہت سے نفسیاتی مسائل و تجربات ایسے سامنے آتے ہیں جن کا جواب نہیں دیا جاسکتا۔

انسان کے حسن عمل کو بقاء و دوام کی سعادت سے نوازتا ہے	اس رشتہ سے انسان کے حسن عمل کو بقاء و دوام کی سعادت حاصل ہوتی اور دائمی اجر و انعام کا استحقاق قائم ہوتا ہے۔ انسان کے

اعمال و افعال اگرچہ فانی ہیں لیکن ان کے اثرات و خواص باقی ہیں۔ سرچشمۂ نور (اللہ) سے تعلق کے بعد جو حسن عمل صادر ہوتے ہیں ان میں اس قدر نورانیت و بلندی پیدا ہو جاتی ہے کہ ان کے خواص و اثرات مادی دنیا تک محدود نہیں رہتے بلکہ ان کی پرواز نورانی دنیا تک وسیع ہوتی اور وہاں دائمی اجر و انعام کا مستحق بناتی ہے۔ اور اگر انسان کے حسن عمل سرچشمۂ نور سے تعلق قائم کئے بغیر صادر ہوتے ہیں تو خاکی کثافتوں میں ملوث ہونے کی وجہ سے ان کے خواص و اثرات اسی مادی دنیا تک محدود رہتے ہیں نورانی دنیا سے نہ ان کو مناسبت پیدا ہوتی اور نہ وہاں دائمی اجر و انعام کا مستحق بناتے ہیں، اسی بناء پر اس رشتہ اور ہر عمل کو شرک ریا، نمود وغیرہ مادی کثافتوں سے خالص رکھنے کا حکم دیا گیا قرآن حکیم میں ہے:

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے کلمۂ طیبہ (ایمان) کی کیسی مثال دی ہے وہ گویا ایک اچھا درخت ہے جس کی جڑ خوب جمی ہوئی ہے اور شاخیں آسمان تک بلند ہیں وہ اپنے پروردگار کی اجازت سے ہر وقت پھل لاتا رہتا ہے اللہ لوگوں کے لئے مثالیں بیان کرتا ہے تاکہ وہ سبق حاصل کریں اور کلمۂ خبیثہ	الم تر کیف ضرب اللہ مثلاً کلمۃ طیبۃ کشجرۃ طیبۃ اصلھا ثابت وفرعھا فی السماء توتی اکلھا کل حین باذن ربھا ویضرب اللہ الامثال للناس لعلھم یتذکرون ومثل کلمۃ خبیثۃ کشجرۃ خبیثۃ اجتثت من فوق الارض ما لھا من قرار[1]

---

[1] ابراہیم ع ۴

(کفر) کی مثال ایک خراب وگندے درخت کی ہے جو زمین کے اوپر سے اکھیڑ دیا جاتا ہے کوئی جماؤ اور مضبوطی نہیں رکھتا۔

فادعوا اللہ مخلصین لہ الدین[1] — اللہ کو اس حالت میں پکارو کہ دین کو اس کے لئے خالص کرنے والے ہو۔

وفیہا ما تشتھیہ الانفس وتلذ الاعین وانتم فیہا خالدون[2] — اور جنت میں تمام وہ چیزیں ہیں جن کا تمھارا دل چاہے اور جن سے تمہاری آنکھوں کو ٹھنڈک حاصل ہو۔

پھر اس کے بعد ہے:

وتلک الجنۃ التی اورثتموھا بما کنتم تعملون[3] — یہ وہ جنت ہے جس کے تم اپنے اعمال کی بناء پر وارث بنائے گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کی آیتوں سے معنویت حاصل کر کے فرمایا:

انما الاعمال بالنیات وانما لامرئ ما نوی[4] — حسن عمل کا مدار نیتوں پر ہے انسان کے لئے وہی کچھ ہے جس کی اس نے نیت کی۔

ان اللہ لا ینظر الی صورکم و اموالکم ولکن ینظر الی قلوبکم و اعمالکم[5] — اللہ تمہاری صورتوں اور مال کو نہیں دیکھتا لیکن تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے

حسن عمل کی ایک تعبیر | رسول اللہ نے مرنے کے بعد حسن عمل کی ایک تعبیر اس طرح کی ہے:

ویاتیہ رجل احسن الوجہ حسن الثیاب۔ انسان کے پاس ایک مرد آئے گا بہت اچھی صورت

---

[1] غافر ع ۲ [2] الزخرف ع ۷

[4] بخاری ج ۱ باب کیف کان بدء الوحی [5] مسلم مشکوٰۃ باب الریاء والسمعۃ

طیب الریح فیقول البشر بالذی یسرک هذا یومک الذی کنت توعد فیقول له من انت فوجھک الوجه یجیٔ بالخیر فیقول انا عملک الصالح[1]

عمدہ لباس اور پاکیزہ خوشبو میں ہوگا اور کہے گا کہ خوشخبری ہو اس کی جو تجھے خوش کرے یہ وہ دن ہے جس کا تجھ سے وعدہ کیا جاتا تھا وہ پوچھے گا کہ تو کون ہے تیرے چہرہ سے خیر و بھلائی ظاہر ہوتی ہے وہ جواب دے گا میں تیرا عمل صالح ہوں۔

دوسری روایت میں ہے:

قال اللہ تعالیٰ اعددت لعبادی الصالحین مالا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر[2]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے صالح بندوں کے لئے وہ تیار کر رکھا ہے جس کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی انسان کے دل پر خطرہ گذرا۔

ایمان باللہ کے بعد کس قسم کے اعمال و افعال صادر ہوتے ہیں اور ان کے ذریعہ زندگی کی طلب و رسد میں کس قدر توازن برقرار رہتا ہے ان کی تفصیل عبادات و اخلاق وغیرہ مباحث میں آئے گی

(باقی آئندہ)

---

[1] احمد و مشکوۃ باب مایقال عند من حضرہ الموت

[2] بخاری و مسلم و مشکوۃ باب صفۃ الجنۃ و اہلہا۔

ادارہ کے قواعد و ضوابط
اور
فہرست کتب مفت طلب فرمائیے
مکتبہ برہان، جامع مسجد دہلی ۶